قسط نمبر

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

اکابر اسلام اور قادیانیت

جناب شفیق مرزا اپنی کہانی سناتے ہیں۔

قادیانیت سے اسلام کی دہلیز تک

''خدا گواہ ہے کہ جب میں نے حصول تعلیم کے لیے ربوہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو میرے حاشیۂ خیال میں بھی یہ بات موجود نہ تھی کہ نبوت وخلافت کی جھوٹی رداؤں میں لپٹے ہوئے رویائے صادقہ اور کشوف کی دنیا میں ''سیر روحانی'' کا دعویٰ کرنے والے لاکھوں افراد سے ''دین اسلام'' کو اکناف عالم تک پہچانے کے جھوٹے دعوے کرنے والے ان کی معمولی معمولی آمدنیوں سے چندے کے نام پر کروڑوں نہیں اربوں روپیہ وصول کرنے والے اور انہیں نان پر گزارہ کی تلقین کر کے خود ان کے مال پر گلچھرے اڑانے والے اندر سے اس قدر غلیظ اس قدر گندے اور اس قدر ناپاک ہونگے اور ایسی کسی تصوراتی لہر کا ذہن میں آنا فی الواقع ممکن بھی نہیں تھا۔ کیونکہ میرے والدِ محترم فوج سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد نہ صرف یہ خود قادیانیت کے چنگل میں پھنس چکے تھے، بلکہ انہوں نے میرے دو بڑے بھائیوں کو بھی قادیانیت کے جانی، مالی، لسانی، حالی اور قلمی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

ان حالات میں، مَیں نے ربوہ کی شورزدہ زمین پر قدم رکھا تو چند ہی دنوں میں میرے تعلقات ہر کہ ومہ سے ہو گئے اور ہمارے خاندان کی یہ اتنی بڑی احمقانہ ''قربانی'' تھی جسے وہاں ''اخلاص'' سمجھا جاتا تھا، اور اس کا برملا اعتراف کیا جاتا تھا۔ لیکن جوں جوں میرے روابط کا دائرہ پھیلتا گیا۔ اسی نسبت سے اس جبریت زدہ ماحول میں ربوہ کے باسیوں کی خصوصی اور دوسرے قادیانیوں کی عمومی بے چارگی اور بے بسی کا احساس میرے دل میں فزوں تر ہوتا گیا، اور اس پر مستزاد یہ کہ ''خاندان نبوت'' کے تمام ارکان اور بالخصوص مرزا محمود احمد کے بارے میں ایسے ایسے ناگفتہ بہ انکشافات ہونے لگے کہ ذہن ان کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا تھا، کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب میں نے پرانے قادیانیوں سے اس بارے میں مزید استفسار کیا تو پھر تو مشاہدات اور آپ بیتیوں کی ایک ایسی پٹاری کھل گئی کہ میری کوئی تاویل بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور میں اپنے مشاہدات کی جو تعبیر کر لیتا تھا کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کے لوگ اور ان کے اردگرد رہنے والے تو بدکردار ہیں، لیکن وہ خود ایسے نہیں ہو سکتے، وہ خود بخود ڈھا ہو کر رہ گئی۔

اس دوران قلب وذہن، کرب واذیت کی جس کیفیت سے گزر سکتا ہے اس سے میں بھی پورے طور پر گزرا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ محض الزام تراشی اور بہتان طرازی صرف ان کا دل دکھانے کے لیے ہے تو وہ یقین جانے کہ بخدا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ سارے دلائل تو میں بھی اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے دیتا رہا مگر دلائل کب مشاہدے اور تجربے کے سامنے ٹھہر سکے ہیں' کہ یہاں ٹھہر جاتے۔ پھر سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ یہ الزامات لگانے والے کوئی غیر نہیں بلکہ خود قادیانی امت کے لیے جان و مال کی قربانیاں دینے والے اور اپنے خاندان اور برادریوں سے اس لیے کٹ کر رہ جانے والے لوگ ہیں کیا وہ محض قیاس اور سنی سنائی باتوں پر اتنا بڑا اقدام کرنے پر عقلاً تیار ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

انسان جس شخصیت سے ارادت وعقیدت کا تعلق رکھتا ہے، اس کے بارے میں اس نوع کے کسی الزام کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا، اور اگر وہ ایسا کرنے پر تل جاتا ہے۔ پھر سوچنا پڑیگا کہ اس شخصیت سے ضرور کوئی ایسی ''ابنارمل'' بات سرزد ہوئی ہے۔ کہ اس سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے فرد بھی اس پر انگلی اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں اور پھر یہ انگلی اٹھانے والے معمولی لوگ نہیں۔ ہر دور میں ''خاندان نبوت'' کے یمین و یسار میں رہنے والے ممتاز افراد ہیں۔ مرزا غلام احمد کے اپنے زمانے میں مرزا محمود احمد پر بدکاری کا الزام لگا۔ جس کے بارے میں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے پہلے امیر مولوی محمد علی کا بیان ہے کہ یہ الزام تو ثابت تھا مگر ہم نے شبہ کا فائدہ دیکر مرزا محمود احمد کو بری کر دیا۔ پھر محمد زاہد اور مولوی عبدالکریم مباہلہ والے اور ان کے اعزہ اور اقرباء نے اپنی بہن سکینہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے خلاف احتجاج کے لیے باقاعدہ ایک اخبار ''مباہلہ'' کے نام سے نکالا اور خلیفہ صاحب کے اشارے پر میر قاسم علی جیسے چھٹ بھیوں نے ان کے خلاف ایسی طعنہ زنی کر کے اصل حقائق کو چھپانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد مولوی عبدالرحمٰن مصری، عبدالرزاق مہتہ، مولوی علی محمد اجمیری، حکیم عبدالعزیز، فخر الدین ملتانی حقیقت پسند پارٹی کے بانی ملک عزیز الرحمٰن، صلاح الدین، ناصر بنگالی مرحوم اور دوسرے بے شمار لوگ وقتاً فوقتاً مرزا محمود احمد اور ان کے خاندان پر ایسی نوعیت کے الزام لگا کر علیحدہ ہوتے رہے اور بدترین قادیانی سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔ ملازمتوں سے محروم اور جائیدادوں سے عاق کئے جاتے رہے۔ مگر وہ اپنے مؤقف پر قائم رہے۔ کیا محض یہ کہہ کر کہ یہ قریب ترین لوگ محض الزام تراشی کرتے رہے، اصل حقائق پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ماں پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے تو فقط یہ کہہ کر اس بات کو رد کر دینا کہ دیکھو کتنا برا آدمی ہے اپنی ماں پر الزام لگاتا ہے' درست نہ ہوگا۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس کی ماں نے گول بازار کے کس چوراہے میں بدکاری کی ہے کہ خود اس کے بیٹے کو بھی اس کے خلاف، زبان کھولنا پڑی ہے۔ جس رفتار سے ان واقعات سے پردہ اٹھ رہا تھا۔ اتنی سرعت سے میرے اعتقادات کی عمارت بھی متزلزل ہو رہی تھی، اور میری زبان

ایک طبعی ردِ عمل کے طور پر ربوہ کے اس دجالی نظام کی قلعی کھولنے لگ پڑی تھی، اور اس خباثت کو نیابت کہنے کے لیے تیار نہ تھی۔ مرزا محمود بارہ سال کے بدترین فالج کے بعد جہنم واصل ہوا۔ تو ربوہ کے قصرِ خلافت میں جس دو جانب کھلنے والے کمرے میں اس کی لاش رکھی ہوئی تھی میں بھی وہاں موجود تھا اور میرے دو ساتھی فضل الٰہی اور خلیل احمد جواب مربی ہیں، بھی میرے ساتھ ہاکیاں لیے وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ میں نے مرزا محمود احمد کو انتہائی مکروہ حالت میں پاگلوں کی طرح سر مارتے اور کرسی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ اسے لے جاتے ہوئے کئی مرتبہ دیکھا تھا۔ ربوہ کی معاشی نبوت پر پلنے والے اس حالت میں بھی اس کی ''زیارت'' کے نام پر لوگوں سے پیسے بٹورتے رہتے تھے، اور کہتے تھے کہ بس گزرتے جائیں، بات نہ کریں، حسبِ توفیق نذرانہ دیتے جائیں۔ اس دور میں اس کے جسم کی ایسی غیر حالت تھی کہ بیوی بچے بھی انہیں چھوڑ چکے تھے اور سوئٹزرلینڈ سے منگوائی گئیں نرسیں بھی دو ہفتے کے بعد بھاگ کھڑی ہوئیں تھیں۔ لیکن اب تو وہاں تراشی ہوئی داڑھی والا اور ابٹن وزیبائش کے تمام لوازمات سے بری طرح تھوپا گیا ایک لاشہ پڑا تھا۔''

شفیق مرزا صاحب صفحہ نمبر ۱۳ پر تحریر کرتے ہیں

''قادیانی خلافت کی نیلی فلموں میں مرزا محمود احمد ایک ایسا ہیرو رہا ہے جس کے ساتھ کسی ولن نے ٹکر لینے کی جسارت نہیں کی۔ ان پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام ۱۹۰۵ء میں لگا، اور ان کے والد مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لیے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کر دی جس نے الزام ثابت ہو جانے کے باوجود چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا فائدہ دے کر ملزم کو بچایا۔ عبدالرب برہم خان (۳۳۵۔ اے پیپلز کالونی فیصل آباد) کا حلفیہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہوری سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو چکا تھا۔ مگر ہم نے ملزم کو Banift of doubt (شک کا فائدہ) دے کر چھوڑ دیا تھا۔

۱۹۱۴ء میں جب گدی نشینی کی جنگ چھڑ گئی تو دہلی کی محلاتی سازشوں کے ماہرین نے ایک مذہبی جماعت کی سربراہی کے لیے بائیس سال کے ایک ایسے چھوکرے کو منتخب کر لیا، جس میں پیر کا بیٹا ہونے کے علاوہ کوئی خصوصیت موجود نہ تھی۔ ایسا بر خود غلط اور خود غلط اور کندۂ ناتراش قسم کا آدمی عمر کے ہیجانی دور میں ایک ایسے منصب پر فائز ہوا جسے بظاہر ایک تقدس حاصل تھا۔ مرزا محمود نے تقدس کے اس کٹہرے کو اپنے لیے پناہ گاہ سمجھتے ہوئے جنسی عصیان کا وہ ہولناک ڈرامہ کھیلا کہ الامان والحفیظ۔ بلوغت سے لے کر مکمل طور پر مفلوج ہو جانے تک ہر چند سال کے وقفے کے بعد القابات کی رداؤں میں ملفوف اس پیرزادے پر مسلسل بدکاری کے الزامات مخلص مریدوں کی طرف سے لگتے رہے۔ مباہلے کی دعوتیں دی جاتی رہیں مگر ذہنی طور پر پورا ملحد اور بے دین ہونے کے باوجود اس کو کبھی بھی جرأت نہ ہوئی کہ کسی مظلوم مرید کی دعوتِ مباہلہ پر میدان میں نکلے جب بھی کسی ارادت مند نے واقفِ رازِ دروں ہو کر للکارا تو قادیانی گماشتوں اور معیشت

کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مُلاؤں نے ایک طرف اخبارات وجرائد میں ہاہا کار شروع کر دی اور دوسری طرف اس محرم راز کو بدترین سوشل بائیکاٹ کا نشانہ بنایا گیا، اور اسے اقتصادی ومعاشرتی الجھنوں میں مبتلا کرنے میں ہزاروں روپے خرچ کر کے جب کسی قدر کامیابی ہوئی تو اسے اپنے بدمعاش پیر کا معجزہ قرار دیا گیا

کوئی شخص اپنی والدہ پر الزام تراشی کی جرأت نہیں کرتا اور اگر خدانخواستہ وہ اس پر مجبور ہو جاتا ہے تو صرف یہ کہہ کر اس کو خاموش کرانے کی کوشش کرنا کہ دیکھو یہ بہت بری بات ہے، مناسب نہیں۔ اس امر کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ کن المناک حالات سے دوچار ہوا کہ اسے اپنی اتنی عزیز ہستی کی اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا پڑا۔ پیر کی جلوتیں اگر خلوتوں سے نالاں ہوں تو مریدوں کا اسی سانچے میں ڈھل جانا ایک لازمی امر ہے۔ مرزا محمود احمد جب گدی نشین ہوا تو اس کے اپنے باوا کی نبوت کو نعوذ باللہ......ع

احمد ثانی نے رکھ لی احمد اوّل کی لاج

کے مقام پر پہنچایا۔ کبھی مسلمانوں کو اہل کتاب کے برابر قرار دیا اور کبھی انہیں ہندوؤں اور سکھوں سے مشابہت دے کر ان کے بچوں تک کے جنازوں کو حرام قرار دے دیا۔ قادیانیت کا غالب عنصر اس دور میں نچلے اور متوسط طبقے پر مشتمل تھا جو معاشی طور پر پسماندہ ہونے کی وجہ سے پیش گوئیوں کی فضا میں رہتے ہوئے چین محسوس کرتا تھا اور انگریز سے وفاداری کی قادیانی سند اس کی ملازمت کو محفوظ رکھتی تھی۔ جب نئی نبوت، تکفیر مسلمین اور ان کے جنازوں کا بائیکاٹ انتہا کو پہنچا تو مذکورہ بالا دونوں طبقوں نے قادیان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا کہ وہاں رہائش اختیار کریں۔ کیونکہ جس معاشرے کو ایک ''نبی'' کے انکار کی بنا پر کافر قرار دے کر وہ علیحدہ ہوئے تھے۔ وہاں رہنا اب ان کے لیے ناممکن تھا۔ قادیان میں مرزا محمود نے اپنے خاندان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لیے مریدوں کے چندے سے خریدی ہوئی زمین کچھ اپنے عزیزوں کے ذریعے نہایت مہنگے داموں فروخت کی اور کچھ صدر انجمن احمدیہ کی معرفت اپنے ماننے والوں کو گراں قیمت پر فروخت کی مگر رجسٹریشن کے ماتحت اس کا انتقال ان کے نام نہ کروایا گیا۔ اس طرح وہ اپنے معاشرے سے کٹ کر قادیانیت کے دام میں اس طرح پھنسے کہ

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

اپنی سوسائٹی سے علیحدہ ہو کر، اب ایک نئی جگہ پر نئے حالات کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ ہر جائز و ناجائز خوشامند کر کے پیر اور اس کے لواحقین کا قرب حاصل کرتے اور انہوں نے وقت اور حالات کے دباؤ کے تحت ایسا ہی کیا۔ مگر پیر نے مجبور مریدوں کی عزتوں پر ڈاکہ ڈال کر سینکڑوں عصمتوں کے آبگینے تار تار کر دیئے اور اگر کوئی بے بس مرید بلبلا اٹھا تو شہر سے نکال دینے اور مقاطعہ کر دینے کی دھمکیاں دے کر خاموش رہنے کی تلقین کی۔ فخر الدین ملتانی ایسے کئی لوگوں کا قتل

کر وا کر دہشت کی فضا پیدا کی گئی مگر اس تمام فرعونی اہتمام کے باوجود مرزا محمود، اپنی پاکبازی کا ڈھونگ رچانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ گاہے بگاہے اس دریا سے ایسی موج اٹھتی کہ ''ذُرّیتِ مبشرہ'' کے بارے میں جملہ ''الہامات'' ''کسوف'' اور ''رویاء'' دھرے کے دھرے رہ جاتے۔

یوں تو مرزا محمود کی زندگی کا شاید کوئی دن ایسا ہو جو بدکاری کی غلاظت سے آلودہ نہ ہو، اور جس میں اس پر زنا کاری کا الزام نہ لگا ہو۔ لیکن ذیل میں ہم ان الزامات و بیانات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی گونج اخبارات و رسائل ہی میں نہیں ملک کی عدالتوں تک میں سنی گئی اور اس کے ساتھ بعض بالکل نئی روایات بھی درج کرتے ہیں جو آج تک اشاعت پذیر نہیں ہوسکیں۔ قادیانی امت کی جنسی تاریخ پر اس سے پیشتر متعدد کتب آ چکی ہیں لیکن وہ تقاضائے حالات کے ماتحت جس رنگ میں پیش کی گئیں، اس کی بہت سی وجوہ تھیں۔ آئندہ سطور میں ہم کوشش کریں گے کہ ان روایات کو ذرا وضاحت کے ساتھ پیش کریں اور اس سے پیشتر جو چیزیں اجمال سے بیان ہوئی ہیں ان کی تفصیل کر دیں کیونکہ اگر اس وقت اس کام کو سرانجام نہ دیا گیا تو آنے والا مؤرخ بہت سی معلومات سے محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ پرانے لوگوں میں سے جو لوگ صبح گئے یا شام گئے کی منزل میں ہیں، وہ نہ ان سے مل سکے گا اور نہ ان دل دوز واقعات کو سن سکے گا۔ جو خود ان پر یا ان کی اولاد پر گذرے ہیں یہ سب شہادتیں مؤکد بالعذاب قسموں کے ساتھ دی گئی ہیں اور یہ تمام لوگ قادیانی امت کے خواص میں سے تھے۔ ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں مگر چند ایسے بھی ہیں جو پنی برین واشنگ کی وجہ سے کسی نہ کسی رنگ میں قادیانیت سے وابستہ ہیں مگر وہ قادیانی ''مصلح موعود'' کو پورے یقین رے وثوق اور پورے ایمان کے ساتھ جولیس سیزر کا مثیل، راسپوٹین کا بروز، اور ہرموڈیس کا ظلِ کامل سمجھتے ہیں اور ہر رالت میں اپنی گواہی ریکارڈ کرانے کے لیے تیار ہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ بھی خیال کریں کہ برائی کی اشاعت کا رریق مناسب نہیں۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس امر کو مدنظر رکھیں کہ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے جن میں بعض کی اپنی عصمت کی رداچاک ہوئی اور اظہارِ حق کی پاداش میں ان پر وہ مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر رد ہوتے تو راتیں بن جاتیں، یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے جنہیں خدا نے بھی یہ حق دے رکھا ہے۔

''لا یحب اللہ الجہر با السّوء من القول الّا من ظلم''

(جاری ہے)

☆ ☆ ☆